

نواد حسن فواد پر تنقید کیوں؟

کافی عرصہ سے دیکھ رہا ہوں کہ چند لکھاری، سیاستدان اور کچھ ٹی وی اینکرز وزیراعظم کے دفتر کو شدید تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ سنجیدہ دلیل کی قوت سے مزین تنقید میں کوئی حرج نہیں۔ مگر جہاں مقصد صرف اور صرف ہیجان پیدا کرنا ہو، خبر پچھنی ہو یا اپنے قدمیں اضافہ کرنے کی کوشش کرنی ہو، وہاں تمام تیر، نیزوں اور بھالوں کا رخ سرکاری ملازم کی طرف کر دیا جاتا ہے۔ اس رویہ میں دن بدن شدت آرہی ہے۔ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت الزامات کی بوچھاڑ وزیراعظم کے سرکاری دفتر پر برسائی جا رہی ہے۔ بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ طعنے دینے والوں کو معلوم ہے کہ سرکاری ملازم قواعد و ضوابط میں بندھا ہوا انسان ہوتا ہے اور اکثر معاملات میں اپنا جائز دفاع نہیں کر سکتا۔ لہذا اسے خراب کرنا سب سے آسان کام ہے اور چند مہربانوں کا پسندیدہ مشغلہ بھی۔

سیاست سے دور دور کا کوئی تعلق نہیں۔ صرف اسلیبے کہ یہ وہ کانٹے دار درخت ہے جس کے ترش پھل کو کھانے کیلئے روح اور جسم کو تارتا رہونا پڑتا ہے۔ کوئی دلچسپی بھی نہیں حالانکہ پورا خاندان اسی صحرا کا مسافر ہے۔ دادا سے لیکر والد محترم تک، اور اب چچا زاد بھائی سے لیکر ہم زلف تک۔ سیاست مشکل کام ضرور ہے۔ مگر اس میں ایک سہولت ہے۔ اگر ایک فریق دوسرے پر الزام لگائے، تو وہ بڑی آسانی سے جواب دے سکتا ہے۔ ٹی وی پر آ کر اپنا نقطہ نظر تفصیل سے بیان کر سکتا ہے۔ روز نظر آتا ہے کہ اگر تحریک انصاف، حکومتی جماعت پر کوئی بھی آواز کستی ہے تو جواب دینے کیلئے اگلے لمحے ہی مسلم لیگ (ن) کے عمائدین بھرپور طریقے سے موجود ہوتے ہیں۔ قصداً پیپلز پارٹی کا ذکر نہیں کر رہا۔ کیونکہ لوق دوق صحرا کی ریت پر قصبہ بلبل میں مصروف ہے۔ بات سیاستدانوں کے ایک دوسرے پر الزامات کی ہو رہی تھی۔ دنیا میں ایک مسلمہ اصول سیاست ہے کہ فریقین ایک دوسرے کے الزامات کا اسی زبان میں جواب دیتے ہیں، جس بیانیہ میں الزام لگایا جاتا ہے۔ مگر یہ سہولت چھوٹے سے چھوٹے سرکاری اہلکار اور بڑے سے بڑے سرکاری ملازم کو میسر نہیں ہے۔ کئی ممالک میں یہ انتظامی اصول ترتیب دیا گیا ہے کہ سرکاری ملازم جواب دے سکتا ہے۔ جیسے چند مغربی ممالک اور ہمارا ہمسایہ ملک میں آئی۔ اے۔ ایس (Indian Administrative Service) کی باضابطہ غیر سیاسی تنظیم۔ مگر یہ آسانی پاکستان میں ناپید ہے۔ چنانچہ بیوروکریسی کو ہر طریقے سے ذلیل و رسوا کرنے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے۔ انکا ٹھٹھا اڑایا جاتا ہے۔ انہیں انگریز کے کالے جانشین کہہ کر طرک کیا جاتا ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ سرکاری ملازمین میں سے چند فیصد لوگ ہر قسم کے ناجائز دھندے میں مصروف کار ہیں مگر غالب اکثریت آج بھی خاموشی سے اپنے تئیں سرکاری کام کرنے میں مصروف ہے۔ ذاتی مشاہدہ ہے کہ سرکاری ملازمین کی غالب اکثریت سفید پوشی کی زندگی گزار رہی ہے۔ بات وزیراعظم کے دفتر کی ہو رہی تھی۔ وہاں پرنسپل سیکرٹری نواد حسن فواد اس وقت ہدف تنقید ہیں۔ ہر بہتان، ہر کچا پکا جھوٹ اس شخص کی طرف جڑ دیا جاتا ہے۔ حقیقت کا علم ہوئے بغیر، چند دوست، بغیر سوچے سمجھے اور بغیر کسی ثبوت کے جعلی ہیجان پیدا کرنے میں مصروف کار رہتے ہیں۔ اس جہان میں بغض بھی شامل ہوتا ہے اور کئی بار مقصد اپنے آپ کو اہم بنانا بھی ہوتا ہے۔

چند کالم نویس، بیورو کریسی کے متعلق مسلسل لکھتے چلے جا رہے ہیں۔ اکثریت کو سرکاری ملازمت کی جزئیات اور مشکلات کا کوئی علم نہیں۔ انہوں نے ایک دن بھی سرکاری نوکری نہیں کی۔ جس امر کا انہیں کوئی عملی تجربہ ہی نہیں، وہ اس پر بزرگ جہر بن کر ایسی باتیں فرماتے ہیں کہ حیرت سے طالب علم ششدر رہ جاتا ہے۔ سکھ کے دوسرے رخ کی طرف آتا ہوں۔ سی۔ ایس۔ ایس کرنے کا ایک باضابطہ طریقہ کار ہے۔ آج تک فیڈرل پبلک سروس کمیشن پر کرپشن یا کسی کو فائدہ پہنچانے کا الزام نہیں لگا۔ درست ہے کہ اکاڈمک ایسے واقعات ہوئے جو نہیں ہونے چاہیے تھے۔ مگر اسکی مکمل روک تھام کی گئی اور وہ بھی فی الفور۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ادارہ انتہائی جانفشانی اور ایمانداری سے کام کر رہا ہے۔ گزشتہ کئی دہائیوں سے اسکے سلیکشن کے طریقے کار پر کسی قسم کا کوئی اعتراض سامنے نہیں آیا۔ ہزاروں امیدوار شدید محنت بلکہ ریاضت کر کے امتحان دیتے ہیں۔ صرف چند سوانٹرو یو کیلئے بلائے جاتے ہیں۔ سخت ترین چھلنی سے گزرنے کے بعد محض ڈیڑھ دو سو امیدوار پورے ملک میں کامیاب قرار دیے جاتے ہیں۔ اس میں ڈی۔ ایم۔ جی سے لیکر پوسٹل تک ہر گروپ شامل ہوتا ہے۔ صوبائی سطح پر بھی صوبائی پبلک سروس کمیشن صوبوں میں انتہائی محنت سے قابل افسروں کا انتخاب کرتی ہے۔ یہی چند سو لوگ تین دہائیوں تک ملک کی بھاگ دوڑ سنبھالتے ہیں۔ بلا خوف تردید کہہ رہا ہوں کہ پبلک سروس کمیشن کا طریقہ کار فوج سے بہتر اور پختہ ہے۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بہترین دماغ سول سروس میں آتے ہیں اور صرف اہلیت اور قابلیت پر منتخب ہوتے ہیں۔ عرض کرونگا کہ ان پر تیز ہدف تنقید کرنے والے کس چھلنی سے کشید ہو کر سامنے آتے ہیں، اسکے متعلق ہر باشعور آدمی جانتا ہے۔ مقصد کسی بھی ادارے یا پروفیشن پر ہرگز ہرگز تنقید نہیں بلکہ حقائق کو سامنے پیش کرنا ہے تاکہ سنجیدہ بحث کی جاسکے۔

دوبارہ وزیراعظم کے دفتر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ پرنسپل سیکرٹری پوری وفاقی حکومت کیلئے دماغ یا Nevre Centre کی حیثیت رکھتا ہے۔ کس افسر کو کہاں پوسٹ کرنا ہے۔ کسے کس محکمہ پر تعینات نہیں کرنا۔ یہ تمام سرکاری کام اسکی ذمہ داری میں شامل ہے۔ کسی بھی وزیراعظم کو سرکاری اور اہم غیر سرکاری معاملات میں اپنی صائب رائے دینا، پرنسپل سیکرٹری کا بنیادی کام ہے۔ اسکو تنخواہ ہی اسی چیز کی ملتی ہے کہ وزیراعظم کی معاونت ہر دم اور تقریباً ہر کام میں کرے۔ ثبوت سے عرض کرونگا کہ جب سے پاکستان بنا ہے، ہر سیاسی اور فوجی چیف ایگزیکٹو، پرنسپل سیکرٹری اپنے بھروسہ کا ہی رکھتا ہے۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ اس حیثیت میں پرنسپل سیکرٹری وزیراعظم یا صدر کے ہر معمول کو جانتا ہے، اسکے مزاج کو سمجھتا ہے اور اپنی صلاحیت کے حساب سے کام کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وزیراعظم یا صدر سے جو بھی حکم دیتے ہیں، وہ اسی پر عملدرآمد کرتا ہے یا سرکاری مشینری سے کرواتا ہے۔ ابھی چند برس بھی نہیں ہوئے۔ کیا صدر پرویز مشرف کے دور میں طارق عزیز، حکومت کے ہر فیصلہ پر اثر انداز نہیں ہوتا تھا۔ مشہور تھا کہ صدر مشرف سے ملنا آسان ہے مگر انکے سیکرٹری طارق عزیز سے ملنا قدرے مشکل ہے۔ دور مت جائیے۔ وزیراعظم گیلانی کی پرنسپل سیکرٹری، نرگس سیٹھی کیا طاقت اور خوف کی علامت نہیں تھیں۔ ہر بیورو کریٹ اور سیاستدان اس دھان پان کی خاتون سے گھبراتا تھا۔ انکے مشورہ سے امور حکومت سرانجام دیے جاتے تھے۔ صدر زرداری کے پاس تو سلمان فاروقی موجود تھے جنکے پاس موت کے علاوہ ہر مسئلہ کا فوری حل موجود تھا۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قیام پاکستان سے لیکر آج تک پرنسپل سیکرٹری کی پوسٹ سب سے اہم اور فیصلہ کن ہوتی ہے۔ اسی

تسلسل اور تناظر میں دیکھیے تو آج کے دور میں فواد حسن فواد انتہائی نازک اور مشکل ترین فیصلوں میں بھی اپنی رائے دیتے ہیں اسلیے کہ اپنے پیش رو افسروں کی طرح، یہ انکی پیشہ ورانہ ذمہ داری ہے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ چند افراد کسی نہ کسی ذاتی پر خار کی خاطر فواد کو تختہ مشق بنا رہے ہیں۔ مثال نہیں دینا چاہتا۔ مگر بخوبی معلوم ہے کہ اس نے چند لوگوں کے ناجائز کام نہ ہونے دیے، انکو کھل کر کھیلنے کی اجازت نہیں دی۔ لہذا اب وہی لوگ اس پر ہر الزام لگا رہے ہیں۔ گزارش کرونگا کہ سٹاف کالج میں خاکسار نے تین سال میں سینکڑوں افسروں کو اپنی عاجز بساط کے مطابق پڑھایا ہے۔ ان کی صلاحیت کو حکومتی ضابطوں کے تحت پرکھا ہے۔ سینکڑوں افسروں کے ساتھ پاکستان اور غیر ممالک میں تربیتی دورے کیے ہیں۔ ان میں فواد حسن فواد بھی شامل ہے۔ پوری ذمہ داری سے گزارش کرونگا کہ اس شخص میں موقعہ محل کے حساب سے بولنے کی حیرت انگیز صلاحیت موجود ہے۔ فن تقریر پر اسے مکمل دسترس ہے۔ سٹاف کالج ہی میں معلوم ہوا کہ زمانہ طالب علمی ہی سے غضب کا مقرر رہا ہے۔ دوسری بات، جو بحیثیت استاد یا معلم محسوس کی، کہ وہ کسی خوف کے بغیر اپنی رائے دیتا ہے۔ ہمارے جیسے منافق معاشرہ میں یہ غیر معمولی بات ہے۔ یہاں تو لوگ حاکم کے سائے تک سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ اپنی رائے کا برملا اظہار بہت کم افسر کرتے ہیں۔ فواد ان میں سے ایک ہے۔ بلکہ لکھنا چاہتا ہوں کہ وہ خوفناک حد تک سچ بولنے کا عادی ہے۔ یہ نہیں کہ اسے نقصان نہیں ہوا۔ اسے ہماری ہی سروس کے افسروں نے بھی ہر طریقے سے تختہ مشق بنا کر رکھا۔ کسی کو معلوم نہیں کہ پرویز مشرف کے دور کے بیشتر حصے میں فواد نوکری سے رخصت پر رہا۔ نجی ادارے میں کام کرنے پر مجبور تھا۔ آٹھ دس برس کا عرصہ بڑے صبر سے گزارا۔ ایک اور بات، جس افسر نے اسکے ساتھ زیادتی کی، ان میں سے اکثریت کو اس نے کچھ نہیں کہا۔ حالانکہ وہ انہیں بے انتہا نقصان پہنچا سکتا تھا۔ مگر اس نے تہذیب اور شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

ہر سروس میں افسر کے دوست بھی ہوتے ہیں اور بد قسمتی سے دشمن بھی۔ افسر میں خوبیاں بھی ہوتی ہیں اور خامیاں بھی۔ بشری کمزوریاں بھی ہوتی ہیں اور ذاتی پسند اور ناپسند بھی۔ کوئی شخص بھی اس سے مبرا نہیں۔ لیکن کسی بھی شخص کا مجموعی تاثر اسکے سارے کردار کو سامنے رکھ کر کرنا چاہیے۔ تو ازن سے بات کرنی چاہیے۔ کسی بھی افسر کو صرف اسلیے ٹارگٹ کرنا کہ وہ وزیر اعظم کے ساتھ تعینات ہے اور سنجیدگی سے اپنا کام کرنے کی کوشش کر رہا ہے، میری نظر میں ایک غیر ذمہ دارانہ عمل ہے۔ ہاں مثبت اور جائز تنقید کی ہر جگہ گنجائش موجود ہے اور ہونی بھی چاہیے۔ پورے چار سال کے دورانیے میں فواد حسن فواد سے میں ایک آدمی بار ملا ہوں۔ میرا اس شخص سے کسی قسم کا کوئی رابطہ نہیں۔ مگر اپنے تجزیہ کی بنیاد پر ضرور کہوں گا کہ وہ ایک غیر معمولی افسر اور اعلیٰ درجہ کا انسان ہے۔ باقی کیا لکھوں۔ یہاں کیونکہ سرکاری ملازم اپنا جائز دفاع نہیں کر سکتا، لہذا اس پر الزام لگانا سب سے سہل ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اس کالم پر فواد مجھ سے ناراض ہو جائیگا۔ مگر کوئی مسئلہ نہیں۔ میں جس بات کو درست سمجھتا ہوں، ہر قیمت پر لکھتا رہوں گا۔ یہی حرمت قلم ہے۔ یہ حرمت میں نے بے پناہ ذاتی نقصان پر خریدی ہے! اپنے قلم سے لکھے ہوئے ہر لفظ پر قائم ہوں۔ ہمیشہ کی طرح!